عصری مسائل

آبادی

بھوک اور غربت کا مسئلہ یا ترقی کا زینہ

مسلم سجاد

قاہرہ کانفرنس کے حوالے سے عالمی سیاست، عقاید و اخلاق اور تہذیب و ثقافت کے بنیادی مسائل پر جو گفتگو ہو رہی ہے اس کا ایک پہلو معاشی اور اقتصادی ہے۔ اسی پہلو پر ہمارے جیسے ملکوں میں حکومتوں کی سرپرستی میں بہبود آبادی کے عنوان سے، خاندانی منصوبہ بندی، یعنی ضبطِ ولادت اور منع حمل کی مہم کا مدار ہے۔ اس مہم کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ کھانے والے منہ زیادہ آجائیں گے، تو وہ ترقی کی ساری کوششوں کو کھا جائیں گے۔ جن کے کھانے کے لیے غذا ہی نہ ہو، انھیں دنیا میں لانا حماقت اور ظلم نہیں تو کیا ہے۔ خوشحالی کا نسخہ یہی ہے کہ دو سے زائد بچے ہرگز نہ پیدا کیے جائیں۔ نہایت مہارت و چابکدستی کے ساتھ، متنوع ذرائع ابلاغ سے زبردست اشتہاری مہم کے ذریعہ تسلسل سے، خواندہ اور ناخواندہ، عوام و خواص، سب کے ذہنوں پر یہ منطق ٹھونسی جا رہی ہے۔ اور کیونکہ غربت سے سب ہی تنگ ہیں، اس لیے عوام اپنی سادگی میں یہ سوچنے لگے ہیں کہ کہیں ان کے بچے ہی تو ان کی غربت کی وجہ نہیں ہیں۔ غربت کی حقیقت اور اس پراپیگنڈہ کی شدت کے سامنے اللہ تعالیٰ کے رزّاق ہونے کے عقیدہ اور اس مہم کے خلاف دین کی بنیاد پر دیے جانے والے دلائل کے باوجود ان میں سے بعض کے پاس ہتھیار ڈال دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

لیکن حقیقت حال کیا ہے؟ کیا واقعی غربت اور غذا کی عدم فراہمی کی وجہ آبادی میں اضافہ ہے؟

اس پوری فکر کی بنیاد تھامس مالتھس کا وہ نظریہ ہے، جو اس نے دو سو سال قبل ۱۷۹۸ء میں اپنے مقالہ "Essay on the principle of population" (اصول آبادی) میں پیش کیا۔ اس نے کہا تھا کہ غذا میں اضافہ ہر سال ایک ہی متعین مقدار میں (۱-۲-۳ کی رفتار سے) ہوتا ہے، جب کہ آبادی میں دن دونا رات چوگنا (۲-۴-۸-۱۶ کی حساب سے) چھلانگیں لگاتا ہے۔ اس حساب سے جلد ہی دو

وقت آئے گا کہ سطح ارض پر کھڑے ہونے کی جگہ نہ رہے گی۔ لوگ فاقے کریں گے، بھوکے رہیں گے، قحط پڑیں گے، انسان ایک دوسرے کو کاٹنے کو دوڑیں گے۔

اس کے جواب میں بہت کچھ کہا گیا ہے، لیکن ایمان اور عقیدہ کی بنیاد پر جو بات کہی جائے، مغرب کے فرمودات پر "آمنا و صدقنا" کہنے والوں کے لیے اس میں کوئی وزن نہیں۔ ان کے لیے تو مغرب ہی سے کوئی "نص" لائی جائے تو وہ اپنی رائے سے رجوع کریں۔

برطانیہ کے وقیع رسالہ اکنامسٹ (۳-۹ ستمبر ۱۹۹۴) نے جسے ایک کالم نگار نے "مغرب کا دماغ" قرار دیا ہے، مالتھس کے نظریہ کو بوگس شماریاتی پیشن گوئی One of the first exercises in bogus statistical extrapolation قرار دیا ہے۔ زرعی پیداوار میں انقلاب نے اس کے نظریہ کو غلط ثابت کر دیا ہے لیکن دنیا اب بھی اس کے پیدا کردہ خدشات سے نجات نہیں پا سکی ہے (ص ۱۴) وہ لکھتا ہے: "مالتھس کے وقت سے اب تک دنیا کی آبادی میں چھ گنا اضافہ ہوا ہے لیکن غذائی پیداوار کم ہو جانے کے بجائے اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بڑھی ہے۔ حد یہ ہے کہ پیداوار میں

افسانہ .....

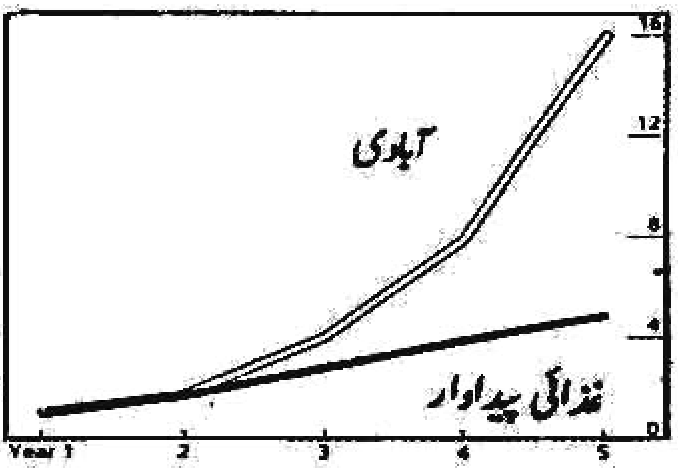

مالتھس کی پیشن گوئی

..... حقیقت

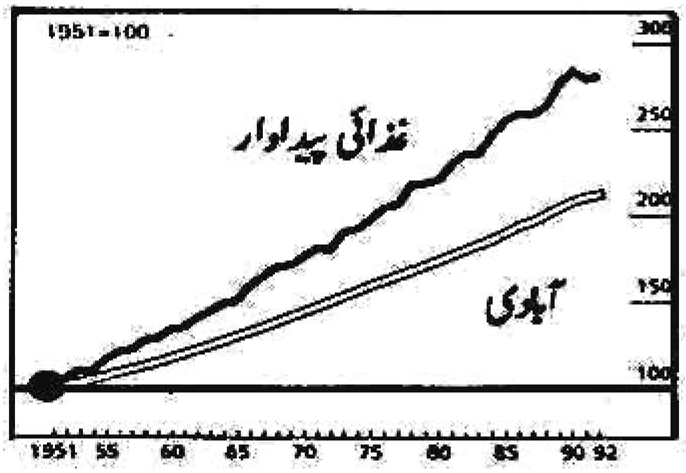

عالمی غذائی پیداوار اور آبادی

زیادتی کے بحران سے نمٹنے کے لیے کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ لیکن (ہمارے) ماہرین معاشیات مسلسل پریشان ہیں۔ غذائی قلت سے سامنا پیش نہ آیا تو انھوں نے یہ مسئلہ اٹھا دیا کہ کیا سرمایہ کاری نئے کارکنوں کو روزگار فراہم کرنے کے لیے کفایت کرے گی۔ جب روزگار بھی فراہم ہوتے رہے تو انھوں نے شور کیا کہ سرمایہ کی فراہمی میں اضافہ اتنا سست رفتار ہو گا کہ معیار زندگی میں بہتری رونما نہ

ہو گی۔ جب معیارِ زندگی بہتر ہوتا رہا تو انھوں نے پیشین گوئی کی کہ قدرتی وسائل ختم ہو جائیں گے۔ جب قدرتی وسائل ختم ہونے میں نہ آئے تو انھوں نے کہا کہ بڑھتی ہوئی آبادی سے ماحول کو نقصان پہنچے گا۔ اب بات اس نکتہ پر مرکوز ہے۔(ص ۱۴)"۔

اس وقت دنیا کی آبادی ۵ ارب ۷۰ کروڑ ہے۔ ہر سال تقریباً ۹ کروڑ ۴۰ لاکھ کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اضافہ آبادی کے جو مختلف تخمینے ہیں، ان کے مطابق ۲۰۵۰ میں یہ تعداد تقریباً ۸ ارب، ۱۰ ارب یا ۱۲ ارب ہو سکتی ہے۔

کیا کرۂ ارض اتنی آبادی کو غذا فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ ماضی میں تو زمین نے انسان کو کبھی مایوس نہیں کیا۔ یقیناً مستقبل میں بھی ایسا نہ ہو گا۔ اس لیے کہ رزق کے خزانے... چلیے، اس دلیل کو رہنے دیتے ہیں۔

Population and Development Review (جائزہ آبادی و ترقی) کے جون ۱۹۹۴ کے شمارہ میں مینیٹوبا (Manitoba) یونیورسٹی کے پروفیسر واکلیو سمل (Vaclav Smail) نے لکھا ہے:

"جس طرح آج تک غذائی پیداوار میں اضافہ کی رفتار آبادی میں اضافہ کی رفتار سے تیز تر رہی ہے، ایک طویل عرصہ تک یہی صورت برقرار رہنے کے امکانات ہیں۔ دنیا تو وافر خوراک پیدا کرتی ہے۔ اگر غریبوں کے پاس خریدنے کے لیے رقم نہ ہو، یا یہ ان تک نہ پہنچے، تو یہ مختلف مسائل ہیں۔ مستقبل میں زیادہ افراد کو غذا فراہم کرنے کے لیے چند آسان تدابیر ہی سے پیداوار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قیمتوں کے درست تعین، بہتر تکنیک کے استعمال اور تھوڑی سی تعلیم سے ہی ۳ ارب مزید افراد کی غذائی ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں۔ ۲۰ فیصد مزید زمین کو زیرِ کاشت لا کر فی ایکڑ پیداوار میں ۳۵ فیصد اضافہ کر کے، اور چند معمولی تبدیلیاں لا کر ۲۰۵۰ تک ۲ سے ڈھائی ارب تک مزید افراد کو غذا فراہم کی جا سکتی ہے۔ اس تخمینہ میں مصنوعی کھاد اور جراثیم کش ادویات جیسی نو دریافت تدابیر کو پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے، جنھوں نے گذشتہ ۶۰ سال میں زراعت کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ یقیناً انسان کا جدت طراز ذہن آیندہ ۶۰ سال میں ایک یا دو نئی انقلابی تدبیریں ضرور دریافت کر کے عمل میں لائے گا"۔

یہ اظہار خیال کسی مولوی یا مُلّا کی جانب سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ مغربی دنیا کا اپنے میدان کا ماہر ایک مخصص کر رہا ہے۔ دوسری طرف خود اقوام متحدہ کی آبادی فنڈ کی ۱۹۹۴ کی رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ آیندہ صدی کے وسط تک ۱۹ ارب افراد کو غذا کی فراہمی ناممکن نہیں ہے۔ یہ رپورٹ عالمی سطح پر غذا کی کمی کے خوف کو بالکلیہ مسترد کرتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارے حکمرانوں کو جو سبق پڑھایا گیا ہے، اس

کے مطابق وہ ہم عوام کالانعام کو یہی بتا رہے ہیں کہ جیسے سارے مسائل کی جڑ اور ان کی ساری ترقیاتی کوششوں کو ملیامیٹ کرنے والے یہ کم بخت بچے ہیں جو چلے ہی چلے آرہے ہیں اور موجود لوگوں کی پُرآسایش زندگی میں حارج ہو رہے ہیں۔

یہ پروپیگنڈا بھی بڑی دھوم دھام سے کیا گیا ہے، اور ہمارے حکمران بھی ہمیں یہی باور کروا رہے ہیں کہ ملک میں غربت کی اصل وجہ اضافہ آبادی ہے۔ غربت یقیناً ایک بہت بڑا اور حقیقی مسئلہ ہے اور اسے دُور ہونا چاہیے۔ لیکن کیا آبادی کم کرنے سے غربت دُور ہو جائے گی؟ تجربات اور اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو گا۔ غربت کثرت آبادی کا نتیجہ نہیں ہے، اس کے بہت سے دیگر عوامل ہیں، اور صرف آبادی کم کرنے سے خوشحالی نہیں آجائے گی۔

کیا تیز رفتار آبادی والے ملک کے خوشحال ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں؟ یہ کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ افریقہ کے بعض ممالک، جہاں شرح پیدایش سب سے زیادہ ہے، معاشی طور پر سب سے زیادہ بدحال ہیں۔ لیکن جہاں اس سے یہ دلیل لائی جاسکتی ہے کہ زیادہ شرح پیدایش کی وجہ سے غربت زیادہ ہوتی ہے، وہاں اتنی ہی قوی یہ دلیل بھی لائی جاسکتی ہے کہ دراصل زیادہ غربت کی وجہ سے شرح پیدایش زیادہ ہوتی ہے۔

زمین پر جگہ کی کمی ہے، نہ وسائل کی۔ غربت کی وجوہات کچھ اور ہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ تین صدیوں میں جہاں تیز رفتاری سے معاشی ترقی ہوئی، وہاں اتنی ہی تیز رفتاری سے آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ اسی کانفرنس کے حوالہ سے مغرب کے ایک اور ترجمان، امریکہ کے ہفتہ وار، نیوزویک (۱۲ ستمبر ۱۹۹۴) نے لکھا ہے کہ ۱۹۴۴ کے بعد سے آبادی میں غیر معمولی اضافہ (boom) ہوا ہے اور اسی دَور میں دنیا نے انتہائی غیر معمولی وسیع اقتصادی ترقی دیکھی ہے۔ زرعی پیداوار اس حد تک بڑھ گئی کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ تقسیم کا نظام بہتر ہونے سے قحط پڑنا بھی بہت کم ہو گئے ہیں۔ (ص - ۱۳)

عام طور پر اقتصادی ترقی آبادی میں اضافہ کے ساتھ ہی ہوئی ہے۔ یورپ، امریکہ اور ایشیا، ہر جگہ یہی تجربہ ہوا ہے۔ بہت سے ممالک میں آمدنیاں بھی زیادہ ہیں اور اضافہ آبادی کی شرح بھی زیادہ ہے۔ مثلاً الجیریا، اردن، مراکش، وینزویلا اور میکسیکو وغیرہ۔ آج کوئی بھی صاحب علم یہ تسلیم نہیں کرتا کہ غذائی قلت کا سبب آبادی میں اضافہ ہے۔ امریکی ماہر معاشیات پال سیموئلسن (Paul Samuelson) نے تیس سال قبل خطرات کا اندیشہ ظاہر کرنے والوں کو چیلنج کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ اضافہ آبادی کل آبادی میں نوجوانوں کے تناسب کو بڑھانے کی وجہ سے خوشحالی کا سبب ہوتا ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سرمایہ کاری پر اس کے کوئی منفی اثرات نہیں ہوتے، بلکہ یہ ترقی کی ناگزیر ضروریات، تعلیم اور صحت

پر زیادہ سرمایہ کاری کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔

آبادی میں زیادتی یعنی overpopulation سے کیا مراد لی جائے۔ اس کا اتنا چرچا ہے کہ کوئی اس کے حقیقی تصوّر کے بارے میں نہیں سوچتا۔ آپ اس کی کوئی تعریف کریں، ایسی متعدد مثالیں مل جائیں گی جن میں یہ تعریف پورا نہیں اترتی۔ کیا تیز رفتار (rapid) شرح اور overpopulation ایک ہی بات ہیں۔ کیا اس کا تعلق شرح پیدائش (birth rate) سے ہے۔ کیا اس کا تعلق محدود علاقوں میں زیادہ گنجان آبادی سے ہے۔ جب امریکی نائب صدر نے افریقہ کے ملک روانڈا کے مسائل پر بات کرتے ہوئے اس کی آبادی کی طرف توجہ دلائی تو وہیکن نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ گنجان آباد ملک جاپان ہے، لیکن وہاں لوگ ایک دوسرے کو قتل نہیں کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آبادی کا مسئلہ واضح نہیں ہے۔ جب لوگ اس کی بات کرتے ہیں تو عموماً ان کی مراد غربت کے مسئلے سے ہوتی ہے۔ مگر ان دونوں میں کوئی حقیقی ربط نہیں ہے۔

برطانیہ کے اخبار سنڈے ٹائمز نے آبادی کے مطالعات کے ہارورڈ کالج کے پروفیسر نکولس ایبرسٹاٹ (Nicholas Eberstadt) کا ایک مضمون (five great myths that thwart the experts arthematics) کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ پانچ افسانوی مفروضے جنھیں عموماً صحیح جان کر پالیسیاں بنائی جاتی ہیں، غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ قاہرہ کانفرنس کے لائحہ عمل کے مطابق خاندانی منصوبہ بندی کے لیے بین الاقوامی مدد چار گنا کر دی جائے گی (پاکستان نے تو اپنا حصہ خوشی خوشی وصول کرنا بھی شروع کر دیا ہے) اور دنیا کی حکومتیں ہمارا پیسہ اور اپنا وقت ضائع کرنا شروع کر دیں گی۔ یہ پانچ مفروضے یہ ہیں۔

۱۔ آبادی میں اضافہ کی تعداد کی پیشین گوئی کی جا سکتی ہے۔

۲۔ آبادی میں اضافہ کا اثر انسانی بہبود پر ناخوشگوار ہوتا ہے۔

۳۔ تیسری دنیا میں وضع حمل کی جدید تدابیر عام کرنے کی ابھی بہت گنجایش ہے۔

۴۔ وضع حمل کی تدابیر عام کرنے سے شرح پیدائش میں کمی واقع ہوتی ہے

۵۔ زبردستی اور جبر کے بغیر بھی آبادی میں اضافہ کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

مصنف نے پانچوں امور پر گفتگو کر کے ان کا غیر حقیقی ہونا ثابت کیا ہے۔ رضاکارانہ خاندانی منصوبہ بندی اور سرکاری اہداف میں کوئی ربط ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ چین کی طرح ریاستی جبر شروع ہو جاتا ہے اور پھر لڑکیوں کو قتل کرنے کی نوبت آ جاتی ہے۔

ہمارے ملک میں منصوبہ بندی کی مہم چلانے والے دوسرے ملکوں میں اس کے نتائج دیکھ رہے

ہیں لیکن مغربی استعمار اپنے وسیع تر مفادات کے تحت ترقی پذیر ملکوں میں آبادی کم کرنے کی جس پالیسی کو چلانا چاہ رہا ہے، اس کے آلۂ کار بن رہے ہیں۔ اس مہم کے اخلاقی مفاسد، زیر بحث نہیں۔ اس کے ذریعے ترقی کے پھل سب تک پہنچانے اور خوشحالی کا دَور لانے کے سب دعوے اور وعدے بھی جھوٹے ہیں۔ اقتصادی ترقی کے لیے کسی دوسرے ہی نقطۂ نظر کی ضرورت ہے۔

مسئلہ کا اصل حل ایک معقول معاشی پالیسی اور آگے بڑھ کر سرگرمِ کار ہونے والوں کی حوصلہ افزائی ہے۔ دنیا موجودہ سے بہت زیادہ آبادی کی ضروریات پورا کر سکتی ہے۔ اور زیادہ افراد بہتر صورتِ حال پیدا کر سکتے ہیں۔ More might even be better (نیوز ویک، ص ۔ ۱۲)

یہ ایک مثبت نقطۂ نظر ہے۔ ہر آنے والا اپنے ساتھ بہت کچھ لاتا ہے۔ حکومت کا اور معاشرہ کا فرض یہ ہے کہ اپنے وسائل انھیں مفید شہری بنانے میں استعمال کرے۔ ملک کا نظام اس طرح ترتیب دیا جائے کہ عدل کی بنا پر سب کو ان کے حقوق ملیں۔ تعلیم و ترقی کے یکساں مواقع ملیں تو آبادی تو کسی ملک و قوم کا اصل خزانہ ہے۔ نادان اور ناسمجھ ہیں جو اس خزانے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور عوام میں منفی نقطۂ نظر رائج کر رہے ہیں۔

اگر ہم اپنے ملک کی مثال لیں تو کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارا مسئلہ اضافۂ آبادی نہیں، ایک ایسی قیادت کا فقدان ہے جو محض محبِ وطن ہونے ہی کے حوالے سے سہی، تعمیری پالیسیاں اختیار کرے۔ بدعنوانیاں، ترقیاتی منصوبوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ عام آدمی کی کمائی کے اربوں روپے چند منظورِ نظر لوگوں میں بنکوں کے قرضے کے ذریعے بطور عطیہ تقسیم ہو رہے ہیں۔ غربت دُور ہو تو کیسے۔

کیا ملک میں دولت کی کمی ہے؟ حال ہی میں پی ٹی سی کے دو حصص خریدنے کے لیے محض تھوڑے سے بظاہر یقینی منافع کی خاطر ۳ ارب مانگنے پر ۱۸ ارب روپے حاضر کر دیے گئے۔ اگر کوئی مخلص اور دیانت دار قیادت عوام کے لیے نمونہ پیش کر کے صحیح رویوں کی آبیاری کرے تو ملک میں وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ہمارے لیے شرم کی بات ہے کہ اپنے پرائمری گرلز اسکولوں کی چار دیواری کے لیے ورلڈ بنک سے قرضہ لے کر آیندہ نسلوں کو گروی رکھنے کے لیے تیار ہیں لیکن اتنے معمولی کاموں کے لیے اپنے صاحبِ ثروت افراد کو متحرک کرنے کا نہیں سوچتے۔ قوموں کی تعمیر، سب مِل جُل کر کرتے ہیں۔ جب عوام، ملک و قوم کا درد رکھنے والوں کو اپنا قاید منتخب کریں گے، تو ایک پُرعزم اجتماعی کوشش سے، اضافہ آبادی میں کمی کی مہم چلائے بغیر ایک ایک فرد کی صلاحیتوں کو استعمال کر کے، ملک کے نہ صرف معاشی، بلکہ دیگر مسائل بھی حل کیے جا سکتے ہیں۔

آبادی کم کرنے کی تحریک میں وہ مفاد پرست پیش پیش ہیں، جن کے مفادات اس سے متعلق منصوبوں اور سرگرمیوں سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ ہمارے جیسے ملک میں غربت دور کرنے اور خوشحالی لانے کے لیے تعمیری اور مثبت منصوبہ بندی کرنا چاہیے، اور آبادی کی منصوبہ بندی کی قومی مہم کو بالکلیہ ترک کر دینا چاہیے، جس پر اب تک ۵ ارب روپے خرچ کیے جا چکے ہیں۔ سب وسائل تعمیر و ترقی میں لگائے جائیں۔ بدعنوانیاں اور شاہ خرچیاں ختم کی جائیں۔ ہر فرد کو ایک قیمتی خزانہ سمجھ کر اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔ پھر پاکستان کو تو اپنے نظریۂ حیات کی اتنی زبردست طاقت اور مدد حاصل ہے کہ کوئی بھی قیادت اس سے مخلص ہو، تو عوام کا خوشدلانہ تعاون حاصل کر سکتی ہے۔ اسلامی نظم معیشت کے اصول اور عملی تدابیر واضح ہیں۔ ضرورت ہے کہ کوئی قوم اس پر مکمل عمل کر کے دنیا میں بھی خوشحالی اور طمانیت کے منظر دکھائے اور آخرت میں بھی سُرخرو ہو۔ وقت آگیا ہے کہ عوام اپنا بُرا بھلا سوچیں اور دیکھیں کہ وہ اپنا مستقبل کن افراد کے سپرد کرتے ہیں۔ ملک کے مسائل، بشمول غربت، کوئی مخلص اور پُرعزم قیادت ہی حل کر سکتی ہے، آبادی منصوبہ بندی کی شکست خوردہ تحریک چلانے والی قیادت نہیں۔